بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

دنیا کا نظام جن آلہی قوانین پر قائم ہے ان میں سے ایک قانون یہ بھی ہے کہ اشیاء کو ان کے کمالات کی طرف ترقی دیتے ہیں جس طرح مبدأ فیاض کی طرف سے علی قدر مراتب، جود وبخشش کا فیضان ہوتا ہے۔ اسی طرح خود اشیاء کو بھی کمال کے ہر نئے مرتبے میں اپنے پچھلے مرتبے کے لوازم اور مالوفات ومرغوبات کو قربان کرنا پڑتا ہے اور اس قربانی کے بغیر تحصیل کمالات کے سفر میں وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتیں۔ بخار کو پانی بننے کے لئے اپنی آزادی اور ہوائیت کو قربان کرنا پڑتا ہے، اور وہ تقیدات قبول کرنے ہوتے ہیں جو مائیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ پانی کو برف بننے کے لئے پھر اپنی رہی سہی آزادی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، اپنے بہت سے آبی خواص کی قربانی دینی ہوتی ہے تب جا کر اسے پتھر کی سی سختی اور شیشے کی سی صفائی اور چمک میسر ہوتی ہے۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ بخار کے لئے حالت بخاریہ میں رہتے ہوئے اور ہوا کی سی آزادی ولطافت رکھتے ہوئے وہ کمالات بھی جمع ہو جائیں جو صورت مائیہ کے ساتھ مخصوص ہیں، اور وہ کمالات بھی جو برف کے لئے مقدر کئے گئے ہیں۔

یہ سنت اللہ ہے جس میں کوئی استثناء اور تغیر وتبدل نہیں، وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔ تمام مخلوقات عالم پر یہی قانون جاری ہے، اور سب کی طرح انسان بھی اسی کے زیر اثر ہے۔ نطفہ اپنی صورت نطفیہ کو قربان کر کے صورت انسانیہ حاصل کرتا ہے، بچہ اپنے بچپن کو قربان کر کے جوانی حاصل کرتا ہے، اور جوان اپنی جوانی کھو کر بڑھاپے کی بزرگی حاصل کرتا ہے۔ پھر زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں ترقی کرنے اور اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کے لئے انسان کو کچھ نہ کچھ قربانیاں نہ دینی پڑتی ہوں۔ بڑائی اور بزرگی کا دامن ہر میدان میں قربانی

اور ایثار کے ساتھ وابستہ ہے ایک بڑے فائدہ کے لئے بہت سے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں، ایک بڑی لذت کے لئے بہت سی تلخیاں گوارا کرنی ہوتی ہیں، ایک اعلیٰ مرتبے کے لئے بہت سے ادنیٰ مراتب کو ہاتھ سے دینا پڑتا ہے جو ادنیٰ مراتب ہیں حاصل تھے۔ جس علامہ کی جلالت علمی پر آپ رشک کرتے ہیں اس سے پوچھئے کہ اس نے کتنی راتیں آنکھوں میں کاٹی ہیں۔ اور کتنا خون جگر تحقیق واکتشاف کی راہ میں کھپایا ہے؟ جس ملک التجار کی دولت کو دیکھ کر آپ کے منہ میں پانی بھر آتا ہے اس سے پوچھئے کہ روپیہ کمانے کی جدوجہد میں کس طرح اس نے دن کے آرام اور رات کے چین کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے؟ جس مدبر سلطنت کے اقتدار اور شان وشوکت کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی ہیں، اس سے پوچھئے کہ اسے کتنی کشمکش، کتنی پریشانیوں، کتنی ٹھوکروں، اور کتنی روحانی وجسمانی اذیتوں کے بعد اس مقام تک پہنچنا نصیب ہوا ہے؟ غرض زندگی کا کوئی میدان لے لیجئے، ہر جگہ آپ یہی دیکھیں گے کہ کمال اور ترقی کا ہیولیٰ لذتوں کے خون سے تیار ہوتا ہے۔ اور کمال کے مراتب جتنے بلند ہوتے ہیں، ان کے لئے قربانیاں بھی اتنی ہی زیادہ درکار ہوتی ہیں۔

دنیوی کمالات سب کے سب جزئی کمالات ہیں اس لئے وہ قربانیاں بھی صرف جزئی چاہتے ہیں۔ دنیوی کمالات جتنے ہیں سب مادی ہیں یا ان میں مادے کی آمیزش ہے، اس لئے وہ قربانیاں بھی ایسی ہی چاہتے ہیں۔ جو مادی قسم کی ہوں یا مادے سے لگاؤ رکھتی ہوں دنیوی کمالات کا مقصود نفس یا تعلقات نفس کے لئے فوائد کا حصول ہوتا ہے، لہٰذا ان کے لئے صرف وہ چیزیں قربان کی جاتی ہیں جو نفس اور اس کے محبوبات ومطلوبات سے ماسویٰ ہیں۔ مگر کمال حقیقی کا معاملہ ان سب سے جداگانہ ہے۔ یہ کلی کمال ہے، قربانی بھی کلی چاہتا ہے۔ مادے سے مجرد ومنزہ ہے، اس لئے جسم کی نہیں نفس وروح کی قربانی چاہتا ہے گو ظاہری شکل کے اعتبار سے اس کے لئے بھی بہت سی ایسی قربانیاں دینی پڑتی ہیں جو مادی قسم کی ہیں، یا مادے سے لگاؤ رکھتی ہیں، لیکن دراصل وہ مادے کی قربانیاں نہیں ہیں۔ بلکہ ان محبتوں، ان دلچسپیوں

ان لذتوں اور ان علائق کی قربانیاں ہیں جو انسانی روح اس دنیا کی مادی اشیاء کے ساتھ رکھتی ہو۔ اس کمال کا مقصود نفس یا متعلقات نفس نہیں، بلکہ حق ہے، اس لئے وہ خود نفس کی قربانی چاہتا ہے، اور بشرط ضرورت نفس کے ساتھ ہر وہ شے اس کے لئے قربان کرنی پڑتی ہے جو نفس کو مرغوب ہو۔

✓ یہی نکتہ ہے جسے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (۳: ۱۰)

یعنی تم نیکی کے مقام رفیع تک پہنچ نہیں سکتے جب تک کہ وہ چیزیں نہ خرچ کرو جنہیں تم عزیز و محبوب رکھتے ہو۔ یہ مِمَّا تُحِبُّوْنَ کا لفظ اتنی وسعت رکھتا ہے کہ جان، مال، اولاد، رشتہ دار، دوست وطن قوم، عزت، شہرت، ہر دلعزیزی، لذت و مسرت، عیش و آرام، عقائد و افکار، حریت خیال و آزادی عمل، غرض ہر محبوب شے اس میں داخل ہے۔ اور ان سب چیزوں کو ماتحبون کے دائرے میں لیکر حکم لگایا گیا ہے کہ اگر تم "نیکی" کے اعلیٰ مراتب تک پہنچنا چاہتے ہو، تو تمہیں حق کی خاطر ان میں سے ہر چیز قربان کرنی پڑے گی۔ حق سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ تم اس سے محبت رکھو۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ جو چیز تمہارے دل میں اتنا گھر کرے گی کہ اس کی محبت، حق کی محبت سے بڑھ جائے اور حق کے مقابلے میں تم اس کو عزیز رکھنے لگو، وہی بت ہے، صنم ہے، بنائے شرک و کفر ہے، نیکی کے مقام تک پہنچنے میں وہی سنگ راہ ہے۔ اس کمال کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو پہلی ضرب اسی بت پر لگاؤ اور اسے پاش پاش کر کے حق کی محبت کو سب محبتوں پر غالب کر دو۔

غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اسلام میں اول سے لیکر آخر تک جو کچھ ہے قربانی ہی قربانی ہے۔ اسلام میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے انسان کو آزادی فکر و آزادی عمل کی قربانی دینی پڑتی ہے۔

"اسلام" لانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ اب آپ اس کے لئے آزاد نہیں ہیں کہ جو عقیدہ چاہیں اختیار کریں اور جو راہ عمل پسند کریں اس پر چلنے لگیں۔ بلکہ آپ کا کام وہ اعتقاد رکھنا ہے۔ جو خدا اور رسول نے پیش کیا ہے، اور ان احکام و قوانین کے مطابق چلنا ہے جو خدا اور اس کے رسول نے مقرر کر دیئے ہیں۔

اِتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ (۷:۱) جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری جانب اُتارا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اسے چھوڑ کر ان کی پیروی نہ کرو جن کو تم نے دوست بنا لیا ہے۔

یہ "اسلام" یا "نیکی" کے راستے میں پہلا قدم ہے، اور اسی پر اتنی بڑی قربانی دینی پڑتی ہے کہ اچھے اچھے اسی مقام پر ڈگمگا جاتے ہیں۔ یہاں زندگی کے ہر شعبے میں حلال اور حرام کے حدود ہیں، خبیث اور طیب کے امتیازات ہیں، فرائض و طاعات ہیں، حقوق و واجبات ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول نے مقرر کیا ہے۔ داعیات نفس قدم قدم پر انسان کو اثم و عدوان کی طرف کھینچتے ہیں، مگر اسلام مطالبہ کرتا ہے کہ حدود اللہ پر نفس کی ساری خواہشوں کو بھینٹ چڑھاؤ، لذتوں کا خون کرو، فائدوں کو قربان کر دو۔ یہ تقویٰ اور پاکیزگی کی راہ بال سے زیادہ باریک ہے۔ اس پر ایک قدم بھی انسان اپنے جذبات و داعیات اپنے لطف اور اپنے فوائد کی قربانی دیے بغیر نہیں چل سکتا۔ فضل و احسان کا مقام تو بہت بلند ہے۔ فرائض و واجبات کے ٹھیک ٹھیک بجا لانے حقوق کو پوری طرح ادا کرنے، اور گناہ کے راستوں سے بچ نکلنے ہی میں نفس پر کچھ کم جبر نہیں کرنا پڑتا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا، یہ تو صرف پہلا ہی قدم ہے، یہ پورا اسلام نہیں ہے، بلکہ اسے محض اسلام میں داخلہ کا امتحان سمجھیے۔ اسلام صرف یہی نہیں ہے کہ آپ نماز پڑھیں، روزہ رکھیں، بشرط استطاعت حج اور زکوٰۃ ادا کریں، معاصی سے محترز رہیں اور حقوق ادا کرتے رہیں بلکہ اسلام کی اصلی روح یہ ہے

کہ آپ حق کو دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز رکھیں اور جب موقع آئے تو کسی چیز کو بھی حق پر فدا کر دینے میں دریغ نہ کریں۔ اگر کوئی ایسا وقت آجائے کہ ایک طرف حق ہو اور اس کے ساتھ جان و مال کا زیان ہو مصیبتیں اور تکلیفیں ہوں، رسوائیاں اور ٹھوکریں ہوں اور دوسری طرف باطل ہو، اور اس کے ساتھ عیش و آرام ہو، لطف و مسرت ہو، اور ہر طرح کے فائدے ہوں، تو مسلمان وہی ہے جو حق کے پہلو کو اختیار کرے، اور اس کی خاطر ان سب مصائب کو بخوشی برداشت کرے:۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ (۲:۱۹)

ہم ضرور تم کو کچھ خوف اور بھوک اور جان و مال اور ثمرات کے زیاں سے آزمائینگے اور (اے نبی) تو ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیدے جن پر اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

اگر کسی وقت خود اپنے باپ بھائی، اہل خاندان اور دوست حق کے دشمن ہو جائیں تو مسلمان وہی ہے جو حق کے لئے ان سب کو چھوڑ دے اور کسی سے تعلق نہ رکھے:۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ (۵۸:۳)۔

تو کوئی قوم ایسی نہ پائیگا جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان بھی رکھتی ہو اور پھر اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت بھی رکھے، چاہے وہ دشمنان خدا و رسول ان کے باپ یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہوں

اگر کسی وقت قوم اور وطن کی حق سے دشمنی ہو جائے تو مسلمان وہی ہے جو حق کی خاطر قوم سے قطع تعلق کرے اور وطن کو خیر باد کہدے، ورنہ اس کو منافق کہا جائیگا خواہ وہ کیسا ہی نمازی پرہیزگار ہو:

فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي

تم ان کو ہرگز دوست نہ بنانا جب تک کہ وہ خدا کی

سَبِيْلِ اللّٰهِ (۴: ۱۲) میں ہجرت نہ کریں۔

اگر کسی وقت دشمنان اسلام کے خلاف جنگ کی ضرورت پیش آجائے تو مسلمان وہی ہے جو سر ہتھیلی پر رکھ کر مرنے اور مارنے کے لئے نکل آئے، اور حق کی خاطر جان قربان کر دینے میں ذرا دریغ نہ کرے۔ جس نے اس موقع پر کوتاہی کی اس کا دعوئے اسلام جھوٹا ہے خواہ کتنا ہی بڑا عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔

وَمَا اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا۔ (۳: ۱۷) جس روز دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی، اس دن تم پر جو مصیبت آئی وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے تھی کہ مومنوں اور منافقوں کا فرق معلوم ہو جائے۔

غرض اسلام کچھ نہیں ہے، مگر حق پر فدا ہو جانے اور ہر عزیز سے عزیز شئے فدا کر دینے کا ایک عاشقانہ جذبہ جس شخص میں یہ جذبہ موجود نہ ہو۔ جو شخص حق کے مقابلے میں جان یا مال، یا اولاد یا ملک و قوم، یا کسی اور دنیوی چیز کو عزیز رکھتا ہو، اس کا اسلام ادھ موا بلکہ بے جان ہے۔

قرآن مجید میں طرح طرح سے اس سچی اسلامی روح کو پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور اسی غرض کے لئے پچھلی امتوں کے انبیاء اور صالحین کے فداکارانہ واقعات کو موثر پیرائے میں دہرایا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو حق کی طرف بلاتے ہیں، سالہا سال بلکہ قرنہا قرن تک شدید مصائب برداشت کرتے ہیں اور جب وہ نہیں مانتی تو خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدایا ان کافروں میں سے ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑ۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔ (۷۱: ۲) ان کی آنکھوں کے سامنے بیٹا غرق ہوتا ہے، بیوی تباہ ہوتی ہے، مگر ایمان میں ذرا فرق نہیں آتا۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی بدکار قوم کو چھوڑ کر ہجرت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی طرف بلایا جاتا ہے اور قید و ذلت کی دھمکی دی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ مجھے گناہ کے مقابلہ میں قید زیادہ محبوب ہے۔ رَبِّ السِّجْنُ

اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ (۱۲: ۴) فرعون کے ساحر حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد بے تکلف اعلان کر دیتے ہیں کہ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ (۲۶: ۳) ۔ ہم پروردگار عالم پر ایمان لے آئے جو موسیٰ اور ہارون کا خدا ہے ۔ فرعون ان کو سخت عذاب دیکر ہلاک کر دینے کی دھمکی دیتا ہے تو وہ صاف کہدیتے ہیں کہ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا (۲۰: ۳) ۔ تجھے جو کچھ کرنا ہے کر گذر ۔ تیرا حکم تو بس اسی دنیا کی زندگی پر چل سکتا ہے ۔ اصحاب کہف اپنی قوم کے مذہب سے علانیہ تبری کرتے ہیں کہ ہم خداوند ارض و سما کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہ کریں گے ، رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلٰـھًا (۱۸: ۲) اور جب قوم کے راستے سے ان کا راستہ الگ ہو جاتا ہے تو گھر بار عزیز اقارب سب کو چھوڑ کر ایک غار میں جا بیٹھتے ہیں ۔

ان سب سے بڑھ کر حضرت ابراہیم کی خدا کاریاں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ فرمایا ہے ۔ انہوں نے حق کی خاطر وہ سب کچھ قربان کیا جو دنیا میں ایک انسان کو عزیز ہو سکتا ہے ۔ باپ دادا کے مذہب کو چھوڑا اور صاف اعلان کیا کہ تمہارے معبودوں سے مجھے کچھ سروکار نہیں ۔ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ (۴۳: ۳) قوم اور سلطنت اور خود اپنے باپ سے دشمنی مول لی ۔ ان کے بتوں کو توڑا قوم نے ان کو آگ کا عذاب دینا چاہا تو انہوں نے آگ کے گڑھے میں گرنا قبول کیا مگر حق کو چھوڑنا گوارا نہ کیا ، پھر اپنے باپ ، اپنے خاندان اور اپنی قوم سب کو چھوڑ کر وطن سے تن بتقدیر نکل کھڑے ہوئے اور سب سے کہدیا کہ ہمارا اب تم سے کچھ تعلق نہیں ، ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی ہو گئی تاوقتیکہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ ۔ کَفَرْنَا بِکُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗٓ (۶۰: ۱) یہ سب محبتیں قربان کر دینے کے بعد ایک محبت باقی رہ گئی تھی جو حق کی محبت کے پہلو بہ پہلو دل میں جاگزین تھی ۔ حکم ہوا کہ اس بت کو بھی توڑ دو ۔ خواب میں

دکھایا گیا کہ اپنے ہاتھوں اپنے عزیز بیٹے کو جو بڑھاپے کی لکڑی تھا ذبح کر رہے ہیں۔ حضرت حق آزمانا چاہتے تھے کہ یہ دوستی کا مدعی اولاد کی محبت کو بھی ہماری محبت پر قربان کرتا ہے یا نہیں مگر وہ سچا مسلمان اس آزمائش میں بھی پورا اترا۔ اس کا دعویٰ عشق سچا تھا۔ جو کچھ خواب میں دیکھا تھا، بیداری میں بھی کر دکھانے پر آمادہ ہو گیا۔ اس طرح جب حق کی محبت پر ساری محبتیں قربان ہو گئیں، تب بارگاہ خداوندی سے اپنے اس بندے کو ایمان کی سند دی گئی۔ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ (۳۷: ۳) اور اسے نوع بشری کا امام بنایا گیا۔ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (۲: ۱۵) اور تمام عالم کے مسلمانوں سے کہا گیا کہ تمہارے لئے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی زندگی ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔
قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ (۶۰: ۱)

عیدالاضحیٰ کا تہوار اسی روح کو سال بسال تازہ کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ قربانی کی ظاہری شکل، جانور پر چھری چلانا، اس کا خون بہانا فی نفسہٖ مقصود نہیں ہے، بلکہ ان ظاہری اعمال سے دراصل اس سب سے بڑی قربانی کی یاد تازہ کرنا مقصود ہے جو حضرت ابراہیم نے محبوب حقیقی کے لئے دی تھی۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ فعل عبث ہے، ایک جانور کو ذبح کر دینے سے کیا فائدہ؟ مگر کوئی ان سے پوچھے کہ مہذب قومیں جو بڑے بڑے آدمیوں کے مجسمے نصب کرتی ہیں۔ اور ان کی برسیاں مناتی ہیں۔ ان سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ یہی نا کہ ان ظاہری علامتوں سے ان کے کارناموں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کی تقلید کا جذبہ دلوں میں زندہ ہوتا ہے۔ بس یہی فائدہ اس قربانی کا بھی ہے۔ خدا کو جانور کا گوشت پوست اور اس کا خون نہیں پہنچا، بلکہ وہ ایثار و فدویت کی روح اس کو عزیز ہے جو اس کے پاک بندے ابراہیم کے رگ و پے میں ساری تھی، اور وہ چاہتا ہے کہ ہر مسلمان میں یہی روح پیدا ہو، ہر مسلمان اسی طرح اپنی تمام محبتوں کو حق کی محبت پر قربان کرنے کے لئے آمادہ رہے۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۤؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (۲۲ : ۵) — اللہ کو ان کے گوشت اور ان کے خون نہیں پہنچتے بلکہ اسے تمہارا تقوی پہونچتا ہے۔

پچھلے زلزلہ میں صوبہ بہار کی مسجدیں جس کثرت سے منہدم ہوی ہیں۔ اس کا حال آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ زلزلے سے تباہ ہونے والوں کی امداد ہندوستان اور بیرون ہند سے بلا امتیاز مذہب وملت ہو رہی ہے، اور اس معاملہ میں یہی بہتر ہے کہ سب قومیں مشترک طور پر اس مشترک مصیبت کے دفع کرنے میں حصہ لیں لیکن مساجد اللہ کی تعمیر اور مرمت کا معاملہ اس سے جداگانہ ہے۔ یہ کام صرف مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے کہ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ (۹ : ۳)۔ مسلمانوں کے لئے یہ بڑے شرم کی بات ہوگی اگر انھیں اپنی مسجدوں کی اصلاح حال کے لئے بھی غیر مسلموں کی طرف استعانت کا ہاتھ بڑھانا پڑا پس جو مسلمان کسی کار خیر میں اپنا روپیہ صرف کرنا چاہتے ہوں، وہ اس کام کو ایک بہترین کام سمجھیں، اور دل کھول کر اس کے لئے روپیہ بھیجیں۔

تعمیر مساجد کے کام کو صوبہ بہار کی ایک ایسی جماعت نے اپنے ذمہ لیا ہے جس سے زیادہ قابل اعتماد جماعت اس صوبہ میں کوئی اور نہیں ہوسکتی۔ اس میں صوبہ کی امارت شرعیہ اہل حدیث کانفرنس، مومن کانفرنس، مسلم چیمبر آف کامرس (مسلم ایوان تجارت) اور دوسری معتبر جماعتیں شریک ہیں، اور سر سلطان احمد، مولانا سید شاہ سلیمان صاحب، اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب جیسے لوگوں کی شرکت اس امر کے لئے کافی ضمانت ہے کہ روپیہ اپنے صحیح مصرف میں صرف ہوگا۔

گذشتہ چند سال سے مولانا لقاء اللہ عثمانی صاحب حیدرآباد میں ایک مفید دینی خدمت

انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے قدیم اسلامی طرز پر مختلف محلوں کی مسجدوں میں مکتب قائم کئے ہیں۔ جن میں رات کے وقت لوگوں کو قرآن مجید، مسائل دینیہ اور عام نوشت وخواند کی تعلیم دیجاتی ہے۔ تعلیم کے لئے رات کا وقت خاص کر اس لئے رکھا گیا ہے کہ جو لوگ دن کو اپنے کاروبار میں مشغول رہنے کی وجہ سے علم حاصل نہیں کر سکتے یا جو بچے دوسرے مدارس میں پڑھتے ہیں اور وہاں ان کی دینی تعلیم ناقص رہ جاتی ہے۔ وہ ان مدارس شبیہ سے فائدہ اٹھائیں۔ ہم نے خود ان مدرسوں کو کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ اور اس منظر سے دل کو بڑی مسرت ہوئی ہے کہ صرف چھوٹی عمر کے بچے ہی نہیں بلکہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ برس کے بوڑھے بھی اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر یہاں آتے ہیں اور کلام اللہ کا درس لیتے ہیں۔ ان مدارس کا خرچ بہت کم ہے۔ مشکل سے ایک مدرسہ پر دس پندرہ روپے ماہوار خرچ ہوتے ہوں گے۔ مگر ان سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ اس خرچ سے بدرجہا زیادہ ہے۔ مولانا اس تحریک کو نہ صرف حیدرآباد بلکہ اضلاع میں بھی پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اس کام میں ان کا ہاتھ بٹائیں اور اپنے اپنے محلوں یا بستیوں کی مسجدوں میں مقامی چندے سے اس قسم کے مدرسے قائم کرکے ان کو مرکزی نظام کے ساتھ وابستہ کریں۔